لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(33-احزاب-21)

# رسول اللہ ﷺ سے محبّت

## اور اُس کے عملی تقاضے

مُرتّب:- محمد عمر خان

# رسول اللہ ﷺ سے ہماری محبت اور اس کے عملی تقاضے

## اللہ تعالیٰ کا پوری انسانیت پر احسان

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر بے شمار احسانات کئے ہیں۔ ہمیں انسان پیدا کیا، وہ کوئی جانور بھی بنا سکتا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا کر کے مسلمان بنایا۔ وہ کسی کافر کے گھر میں بھی پیدا کر سکتا تھا۔ رزق، مال و دولت، اولاد، کھانے پینے کی تمام اشیاء اور غیر معمولی صلاحیتیں وغیرہ جیسی بے شمار عظیم نعمتوں سے مالا مال کیا۔ ان تمام احسانات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت ہی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی دنیاوی اور اخروی فلاح و کامرانی کے لئے مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ترجمہ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آیات انہیں سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' (3: آل عمران: 164)

ہر سال ماہ ربیع الاوّل کی آمد ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے یہ مہینہ نہایت اہم ہے۔ اس میں مسلمان قوم سیرت کی مجالس، جلسے، سیمینار اور تقریری مقابلے وغیرہ کے مختلف پروگرامات منعقد کرتی ہے۔ مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیے جاتے ہیں اور نذرانہ عقیدت کے طور پر نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ دیگیں پکوا کر غریبوں میں کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی محبت میں جلوس نکالے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ آپ ﷺ سے اظہار عقیدت اور محبت کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ صرف افراد اور جماعتیں حصہ لیتی ہیں بلکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر بڑے پیمانے پہ اس کی تشہیر کر کے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عقیدت کا جو حق ہم پر عائد ہوتا تھا وہ ''کما حقہ'' ادا کیا جا رہا ہے اور لاکھوں افراد بھی اس گمان کے ساتھ ان جملہ پروگرامات میں شریک ہوتے ہیں کہ بحیثیت امت محمدیہ ان پر جو ذمہ داریاں اور حقوق عائد ہوتے ہیں وہ ان کو پورا کر رہے ہیں۔ ماہ ربیع الاول گزرنے کے بعد ان کو ایسا اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے کہ باقی 11 ماہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد اور ان کی عملی زندگی کے متعلق احکامات، ارشادات اور ہدایات کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

**اس کتابچے میں یہ موضوع زیر بحث لایا جائے گا** کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے حوالے سے ہم مسلمانوں پر کیا حقوق اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عقیدت کے ضمن میں وہ کون سے اعمال ہیں جن کا دین اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

اس پس منظر میں 4 سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

1. رسول اللہ ﷺ سے ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں قرآن وحدیث سے ہمیں کیا ہدایت ملتی ہے؟
2. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے کون سے طریقے اختیار کئے؟
3. پھر اگر قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے عمل سے ہمیں رہنمائی مل جائے تو موجودہ دور میں ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت کے کون سے طریقے اور ذرائع اختیار کرنے ہونگے؟
4. قیامت کے روز ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کن سوالوں کا سامنا کرنا ہوگا؟

* * * * * * *

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

**پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے** جو اس پیغمبر نبی اُمی محمد ﷺ کی پیروی اختیار کریں۔ جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں، بدی سے روکتے ہیں اور ان کیلئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

لہٰذا جو لوگ ان (رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لائے اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی عزت وتکریم کی اور (رسول اللہ ﷺ) کی نصرت (مدد) کی اور اس نور (قرآن مجید) کی پیروی کی جو اُن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (7:الاعراف:157)

اس آیت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کے 4 تقاضے بتائے گئے ہیں:

1. **ایمان** ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ﴾ پس جو لوگ ایمان لائے رسول اللہ ﷺ پر
2. **تعظیم** ﴿وَعَزَّرُوْهُ﴾ اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی توقیر وتعظیم کی۔

(3) مدد و نصرت ﴿وَنَصَرُوْهُ﴾ اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حمایت کی

(4) اتباع ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ﴾ اور جنہوں نے اس نور کی پیروی کی۔ جو اُن کے ساتھ نازل کیا گیا۔۔۔۔۔(یعنی قرآن مجید) اور آخر میں فرمایا:

جو لوگ یہ کام کریں گے تو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

✵ اب ان چاروں نکات پر الگ الگ گفتگو کرتے ہیں۔

## پہلا تقاضا (فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ) ایمان لانا

**ایمان** رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہو کہ محمد ﷺ (اللہ کے آخری نبی اور رسول) قیامت تک تمام انسانوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نتیجے میں فلاح اور کامرانی کی) بشارت دینے والے اور (اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناکامی اور نامرادی سے) ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ ”اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“ (34:سبا:28)

ایمان کے **2** اجزاء ہیں۔

**(1) اقرار باللسان** یعنی زبان سے اقرار کرنا۔

رسول اللہ ﷺ پر اقرار باللسان کے درجے میں ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے قولاً اقرار کرے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول ہیں۔ یہ اقرار دین اسلام میں اتنا اہم ہے کہ اسی بات کے اقرار پر ایک غیر مسلم، مسلمان بن جاتا ہے اور اسی بات کے انکار پر ایک مسلم اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

**(2) تصدیق بالقلب** یعنی دل سے اُس کی تصدیق کرنا۔

اس تعلق کا اظہار انسان کے عمل سے ہوتا ہے۔ یعنی انسان صرف قولی اقرار پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اپنی پوری زندگی کو اسلام کے بتائے ہوئے تمام اصولوں پر ڈھال لے اور یہ دیکھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کیا اس پر عمل بھی کر رہا ہے؟ یہی دل سے ایمان لانے کا تقاضا ہے۔

✵ رسول اللہ ﷺ پر ان دونوں درجوں میں ایمان لانا ضروری ہے۔

## دوسرا تقاضا وَعَزَّرُوْهُ عزت/توقیر/تعظیم

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی عزت و توقیر اور ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم و ملزوم ہو جاتا ہے۔ ادب اور احترام کے حوالے سے آپ ﷺ کا مقام اور

مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ ﷺ کی آواز سے بلند آواز میں بات کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے اعمال ضائع ہونے کی وعید قرآن مجید میں سنادی ہے۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (49:الحجرات:2)

❋ اس آیت کی رو سے دور حاضر میں رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی بحث وتمحیص، گفتگو، اختلافی امور، لڑائی جھگڑے یا کسی بھی تنازع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی بات اور حکم سامنے آجانے پر اس کو تمام باتوں پر مقدم رکھا جائے اور اپنے نفس کی، لوگوں کی، برادری کی مرضی یا خاندانی روایات پر عمل کرنے سے گریز کیا جائے۔

❋ اس جگہ اعمال کے برباد ہونے سے مراد نیک اعمال ہیں کیونکہ ہمیشہ نیک اعمال ہی حبط (ضائع) ہوتے ہیں، برے اعمال نہیں۔ یعنی ہماری نمازیں، روزے، حج، عبادتیں، ذکر واذکار ان سب کے ضائع ہونے کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

❋ اسی طرح جہاں درس حدیث ہو رہا ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں نہایت ادب کے ساتھ بیٹھیں۔ ہر بات کو غور وفکر اور خاموشی سے سنیں اور ساتھ ساتھ عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے جایا کریں۔

﴿وَعَزَّرُوْهُ﴾ توقیر، ادب اور تعظیم کے حوالے سے تین رویے پیدا ہوتے ہیں۔

1 اطاعت 2 محبت 3 اتباع (اب ہم ان پر الگ الگ مختصراً بات کرینگے)

## 1 اطاعت رسول اللہ ﷺ

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ﴾ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ﴿اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کا بھی حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت 2 الگ الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ دراصل اللہ کی اطاعت رسول ہی کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

ترجمہ ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی دراصل اُس نے اللہ کی اطاعت کی'' (4:النساء:80)

❋ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ

**ترجمہ** جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بخاری: 7137)

❋ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ

رسول ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اُس کی خواہش نفس اِس ہدایت کے تابع نہ ہوجائے جو میں لایا ہوں۔'' (السنۃ لابن ابی عاصم: 15)

❋ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے یوں تو بہت سے واقعات ہیں لیکن ان میں سے دو واقعات بہت اہم ہیں..... **ایک شراب کی حرمت کا واقعہ** نہایت اہم ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شراب کے مکمل طور پر حرام ہونے کا اعلان کیا تو مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ (بخاری: 4620)

جس کے منہ میں تھی اس نے اگل دی جس نے پی لی اور اعلان سن لیا تو انگلیاں حلق میں ڈال کر قے کردی۔ یعنی حکم سنتے ہی اہل ایمان نے اطاعت کا عملی مظاہرہ کیا۔

**دوسرا واقعہ تحویل قبلہ کا ہے** شراب والے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے با آواز بلند حرمت کا حکم فرمایا تھا اور سب نے سن کر اطاعت کی تھی لیکن تحویل قبلہ کے واقعہ میں خاص بات یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ قبلہ تبدیل ہوگیا ہے تو انہوں نے نماز میں اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے، حکم سنتے ہی سب نے اسی رکوع کی حالت میں اپنا رُخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف کرلیا۔ (بخاری: 4486)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی سلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز آئی، خبردار ہوجاؤ! قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف کردیا گیا ہے، یہ سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رخ تبدیل کرلیا۔ (مسلم: 527)

خاص بات یہ ہے کہ اعلان سننے والوں میں سے کسی ایک نے بھی اس حکم خداوندی پر نہ ہی کسی قسم کی جھجک کا مظاہرہ کیا اور نہ ہی کسی نے جاری شدہ نماز کو مکمل کر کے اگلی نمازوں کو بیت اللہ کی طرف قبلہ رخ ہوکر پڑھنے کا ارادہ کیا۔

**جائزہ** ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا واقعی جب ہمارے سامنے کوئی اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ

کا حکم آتا ہے تو کیا ہم بھی اسی طرح غلط کاموں سے منہ موڑ لیتے ہیں، چھوڑ دیتے ہیں یا اپنے رویے بدل لیتے ہیں؟ اور استقامت اختیار کر لیتے ہیں؟

❋ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انکار کرنا جنت میں جانے سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ ، إِلَّا مَنْ أَبَىٰ ○ قِيلَ ، مَنْ أَبَىٰ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي ، دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَىٰ

میرے تمام امتی جنت میں جائیں گے مگر جو انکار کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ جنت میں جانے سے بھلا کون انکار کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری **اطاعت** کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے دراصل جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' (بخاری: 7280)

**اطاعت** کا جذبہ ہمیں جہاد کے مواقع پر بھی ملتا ہے کہ ایک حکم پر کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے گھر کا آدھا سامان، پورا سامان، سواونٹ اور ساری رات کنویں پر محنت کر کے اس کے عوض ملنے والی کھجوریں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر رکھ دیں۔ (بخاری: 4668)

**اطاعت** کی ایک اور عملی مثال ہمیں اس واقعہ سے بھی ملتی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور سامنے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اونچی آواز سے فرمایا ''اِجْلِسُوْا'' (بیٹھ جاؤ) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیچھے ہی مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگے آجاؤ اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابوداؤد: 1091)

یہ ہے اطاعت کا صحیح انداز کہ جونہی رسول اللہ ﷺ کی آواز آپ رضی اللہ عنہ نے سنی تو سنتے ہی فوراً اس پر عمل کر لیا۔ یہ نہیں سوچا کہ میں مسجد کے اندر داخل ہو جاؤں۔

**جائزہ** کیا ہمیں معاشرت، معیشت، اخلاقیات، سماجیات اور زندگی کے باقی تمام گوشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرامین نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے ان سب کے متعلق کیا احکامات دیئے ہیں، تو پھر ہم مسلمان اپنی زندگیوں میں اطاعت کا عملی مظاہرہ کیوں نہیں کرتے؟

لہٰذا مندرجہ بالا تمام احادیث وواقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صرف **مرکز عقیدت** سمجھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو **مرکز اطاعت** بھی تسلیم کرنا ضروری ہے

## 2 محبت

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان کا جز ولازم ہے اور یہ محبت تمام رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کی محبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں (یعنی رسول اللہ ﷺ) اسے اس کے والد، اولاد اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بخاری:15) (ابن ماجہ:67)

**محبت** کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہایت اہم ہے صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنے ہاتھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر میری اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں عمر رضی اللہ عنہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم مومن تو اسی وقت ہو گے جب میری محبت تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوگی۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اسی لمحے آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْآن ہاں عمر رضی اللہ عنہ اب تم کامل مومن ہوئے ہو (اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی صرف زبانی ہی نہیں بلکہ ایمان کا عملی ثبوت بھی دیا) (بخاری:6632)۔۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (سورۃ احزاب:33:6)

بلاشبہ نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی **محبت میں قابل غور بات** یہ ہے کہ والدین، اولاد یا عزیز و اقارب سے محبت **فطری** ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت فطری نہیں بلکہ **عقلی** اور **شعوری** ہوتی ہے اور یہ محبت مانگنے سے، کوشش سے، چاہنے سے اور دعاؤں سے حاصل ہوتی ہے۔

ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے تختہ دار پر چڑھنے والا واقعہ تو رسول اللہ ﷺ سے محبت کی اپنی مثال آپ ہے

جنگ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مکہ کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے تھے۔ اب وہ لوگ میدان میں تو بدلہ نہ لے سکے۔ مکہ میں ایک موقع پر ان کو گرفتار کر لیا اور انہیں پھانسی دینے کا ارادہ کیا۔ جب پھانسی کا تختہ تیار ہو گیا تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور وہ منظر بھی کیا منظر تھا۔ اہل مکہ جن میں مرد، عورتیں، بچے سب جمع ہو گئے تھے اور سب کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے دو نفل پڑھ لینے دو۔ اب میں اللہ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں۔ اب مجھے اپنی زندگی کا آخری سجدہ کر لینے دو۔ چنانچہ وضو کیا، نیت باندھی اور جب نفل پڑھ لئے تو پھانسی کے تختے پر آئے اور مجمع سے مخاطب ہوئے اور کہا ''کہ میرا اللہ جانتا ہے کہ میں لمبے لمبے سجدے کرنے والا اور میں لمبے لمبے رکوع کرنے والا ہوں لیکن آج میں نے چھوٹے رکوع اور چھوٹے سجدے اس لئے کئے ہیں تا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں موت سے ڈر گیا ہوں۔''

اب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی بھی ایک جھلک دیکھ لیجئے کہ تختہ دار پر کھڑے ہو کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغام دیتے ہیں۔ پہلے چاروں جانب انہوں نے دیکھا اور پھر اشعار کہے کہ جو تاریخ میں لکھنے کے قابل ہیں۔

(پہلے دو نفل نماز پڑھ کر اللہ سے اپنا رابطہ باندھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رابطہ باندھ رہے ہیں اور ان اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جو تصویر جھلک رہی ہے ان کو پڑھنے کے بعد ایک آدمی کے اندر **ایمان بالرسول اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان اشعار میں وہ کہتے ہیں کہ ''اے پروردگار میں ہر جانب دیکھتا ہوں تو مجھے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔ کوئی بھی چہرہ ایسا نہیں کہ جس پر شفقت اور مہربانی اور رحم ہو۔ کوئی ہاتھ ایسا نہیں جو پتھر سے خالی ہو، کوئی ہاتھ ایسا نہیں جس میں نیزہ نہ ہو''۔ (عین اس وقت لوگوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ نیزے سے ان کا بدن چھلنی کرنا شروع کر دیا) اور وہ اس حال میں یہ اشعار کہہ رہے ہیں کہ ''اے پروردگار! جبکہ میرے اس وقت چاروں جانب دشمن ہی دشمن ہیں میں یہاں کس کو پیغام دوں کہ وہ میرا پیغام تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دے اور پھر اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ میرا آخری سلام میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دے۔''

اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیارے بندے کی دعا کیسے قبول کی کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ مکہ میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی محفل میں تشریف فرما ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام کا جواب اونچی آواز میں دیتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ حیران ہیں کہ یہ کس کے سلام کا جواب دیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے جبکہ یہاں کسی نے سلام نہیں کیا۔ فرمایا کہ تمہارے بھائی خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں پھانسی دی جا رہی ہے اور خبیب رضی اللہ عنہ نے تختہ دار سے مجھے سلام بھیجا ہے اور اللہ نے اس کا سلام مجھ تک پہنچایا ہے۔

پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے پھانسی پر چڑھا رہے ہو لیکن قبلہ رُخ کر کے مجھے پھانسی پر

چڑھاؤ۔ ان لوگوں نے کہا نہیں ہم تمہیں قبلہ رُخ نہیں کریں گے اور انکار کر دیا تو پھر دیکھئے کہ انہوں نے اس بات کا کیا جواب دیا اور جواب بھی انہوں نے اشعار میں دیا۔

فرمایا ''میں اللہ کے راستے میں قربان ہو رہا ہوں اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہا ہوں تو مجھے یہ پروا نہیں ہے کہ میں کس پہلو گرتا ہوں اور میرا رخ کس جانب ہوتا ہے۔ کیونکہ میں نے تو اپنا رُخ اللہ کی جانب کر لیا ہے اور تم میرا رخ جس جانب بھی کر دو میرا رخ تو اللہ کی جانب ہو چکا ہے۔''

عین اس وقت جب کہ چند لمحے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اپنے رب سے ملنے کے لئے رہ گئے تھے اور موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی تو مشرکین نے کہا کہ اے خبیب رضی اللہ عنہ اب تو تم یہ چاہتے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ جائیں اور میں چھوٹ جاؤں (اس وقت بھی محبت کا تقاضا سامنے آ رہا ہے) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں بچ جاؤں اور پھر پتھروں اور نیزوں کی بوچھاڑ ہو گئی اور پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (بخاری: 3045، دلائل النبوۃ لابی نعیم: 437-438، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج: 3، ص: 326)

## اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قیامت میں انبیاء اور صالحین کی رفاقت/معیت کا ذریعہ ہے

ایک شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو اپنی جان اور بال بچوں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ جب میں اپنے گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو میں تمام بال بچوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دوڑا چلا آتا ہوں اور آپ کو دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے اور دل کو قرار آ جاتا ہے پھر میں واپس اپنے گھر آ جاتا ہوں..... لیکن یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کو یاد کرتا ہوں تو میں خیال کرتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ تو نبیوں اور رسولوں کے ساتھ بڑے بڑے اعلیٰ درجات میں ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہوا بھی تو میں نہ آپ کو دیکھ سکوں گا اور نہ آپ تک پہنچ سکوں گا..... تو یہ خیال مجھے بہت زیادہ تکلیف دیتا ہے کہ میں آخرت میں آپ سے نہ مل سکوں گا..... اللہ تعالیٰ نے اس محبت کرنے والے شخص کے جذبات کی قدر کی اور رہتی دنیا تک قرآن مجید میں مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی (المعجم الاوسط: 477)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

جولوگ اللہ اور رسول ﷺ کی **اطاعت** کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آجائیں۔ (4:النساء:69)

آیئے دیکھتے ہیں کہ **محبت کا عملی تقاضا** کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، تو آپ کے کچھ اصحاب آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو آپ ﷺ نے پوچھا ''تمہارے اس کام کا محرک کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا ''اللہ اور رسول ﷺ کی محبت''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ: 1 جب بات کریں تو سچ بولیں؛ 2 جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو بحفاظت مالک کے حوالہ کریں اور 3 پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔'' (شعب الایمان:1440)

**ذرا سوچئے!** آپ ﷺ کے وضو کا پانی لیکر برکت کیلئے چہروں اور ہاتھ پر ملنا آپ ﷺ سے محبت کی وجہ سے تھا۔ یہ کوئی برا کام نہیں تھا جس پر رسول اللہ ﷺ انہیں منع کرتے۔

**البتہ آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ محبت کا عملی تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ یعنی آپ جو دین لائے ہیں اسے اپنی زندگی کا مقصد بنایا جائے**

## 3 اتباع

**رسول اللہ ﷺ کی اتباع** رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اطاعت لازمی چیز ہے، فرض ہے اور نہ کرنے والا ایمان کے درجے میں نہیں رہتا لیکن **اتباع** اسے کہتے ہیں کہ ہر اس عمل کی پیروی کی جائے کہ جس کا اس کو حکم نہ بھی ملے لیکن صرف دیکھ کر یا سن کر خود بخود اپنے اندر تبدیلی لے آئے۔ یہ عمل انتہائی درجے کا ہے۔

**خاص بات اس میں یہ ہے کہ محبت کے بغیر اطاعت نہیں اور اطاعت کے بغیر اتباع نہیں**

**اتباع** اسے کہتے ہیں کہ انسان رسول اللہ ﷺ کے ہر اشارے کا منتظر رہے اور انہیں اپنا آئیڈیل بنالے اور یہ دیکھے کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا پسند تھا اور کیا ناپسند تھا۔ ان کے بولنے کا انداز، ان کے کھانے پینے کے آداب، ان کے چلنے کا انداز، ان کے سونے کا انداز، ان کا لباس، ان کا ملنا جلنا وغیرہ۔ حالانکہ ان باتوں کا کوئی حکم نہیں دیا گیا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہی انداز اختیار کرنے لگے جو رسول اللہ ﷺ کا تھا تو اس طرز عمل کا نام ہے۔ **اتباع**

مثلاً آج کل کے نوجوان کسی فلمی ہیرو کو اپنا آئیڈیل بنا لیتے ہیں۔ انہی کی ہر وقت باتیں کرتے ہیں۔ ان کی ہر ادا کی نقالی کرتے ہیں۔ ان کی تصاویر والی شرٹیں پہنتے ہیں۔ ہر وقت انہی کے گن گاتے ہیں۔ کسی نے کھلاڑی کو، کسی نے اداکار کو، کسی نے سیاسی لیڈر کو اپنا آئیڈیل بنایا ہوا ہے اور اسکی ہر ادا اختیار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ کسی لیڈر یا اداکار نے انہیں ایسا کرنے کیلئے نہیں کہا۔ ہم کیوں نہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا آئیڈیل بنالیں۔

اگر صرف اتباع ہے اور اطاعت نہیں، یعنی فرائض چھوڑ دیئے، نہ نماز کی فکر، نہ روزہ، نہ حج، نہ جہاد، نہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، نہ انفاق، نہ حقوق العباد۔۔ اور اتباع کی فکر ہے تو ایسی اتباع کی کوئی حقیقت نہیں ہے جو اطاعت (فرائض) کے علاوہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔

(اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔ (3: آل عمران:31)

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر جب اطاعت کی جاتی ہے تو انسان اتباع کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اعمال بھی کرتا ہے جو آپ ﷺ نے خود کئے تو ضرور مگر کرنے کا صراحتاً حکم نہیں دیا۔ مثلاً آپ کی پسند ناپسند کو دیکھنا، آپ ﷺ کے بولنے، کھانے، پینے، سونے، جاگنے، اٹھنے اور بیٹھنے کے انداز اور طریقے کا رمحبت اور اتباع کے جذبے سے اختیار کرنا آپ ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں! ہم ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک جگہ انہوں نے اپنا راستہ بدل لیا۔ پوچھا! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے بھی ایسا ہی کرلیا۔ (مسند احمد:4870)

ایک صحابی نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے گریبان کا بٹن کھلا ہے تو اس نے ساری زندگی اپنی قمیض کا بٹن نہیں لگایا۔ (مسند احمد:4870، ابوداؤد:4082)

اگر بالفرض ہم سارا دن اظہار عقیدت اور محبت کے حوالے سے جلوس تو نکالتے رہے یا جلسے کرتے رہے اور اس دوران ہماری نماز ظہر، عصر، مغرب یا عشاء فوت ہوگئی یا پھر ساری رات نعتیں پڑھتے رہے لیکن نماز فجر نہ پڑھ سکے تو ایسی محبت اور عقیدت کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہوگا۔

**دُورُخاپن** نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات لکھی جارہی ہے کہ ہمارے ہاں لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو ہر قسم کے دینی فرائض کی ادائیگی سے نہ صرف بالکل دور ہے بلکہ شعائر دین کا مذاق اڑاتی ہے اور تقریباً ہر وہ کام کرتی ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔ بے شمار وہ لوگ ہیں جو کاروبار میں حرام کمار ہے ہیں، ملاوٹ کررہے ہیں، کم تول رہے ہیں، گھروں کے اندر انٹرنیٹ، ٹی وی، ویڈیو اور ڈش پر فحش پروگرام دیکھتے ہیں، فضول رسومات اور خرافات ان کے گھروں میں رائج ہیں، وہ سود، جھوٹ، رشوت، غیبت، فحش حرکات، ظلم، زیادتی، تنگ دلی، بخل، فضول خرچی، ریاکاری، عیب جوئی، چغل خوری، بغض، کینہ، حسد، تکبر، طمع، غصہ، بدگمانی، بہتان، تجسّس، قتل، ڈاکہ، دھوکہ، فریب، اغوا، دل آزاری، زناء اور بدکاری جیسی برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا اندازہ ایک دن کے چند اخبارات پڑھ کر لگایا جا سکتا ہے لیکن ان تمام بد اعمالیوں کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کے بلند بانگ دعوے بھی کرتے ہیں اور روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی سفارش کی امید بھی رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ''کیا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں یہی اثر ہونا چاہئے تھا''؟

**لمحہ فکریہ** اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے مندرجہ بالا تمام کام اگر ہم جزوی یا کلی طور پر اپنی زندگی میں کررہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی نہیں کررہے؟ اور اسکے انجام سے بے خبر ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہنم کی وعید سنائی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

**ترجمہ** جو شخص رسول (کے احکامات) کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، حالانکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ (4:النساء:115)

**ہم یہ یاد رکھیں** کہ اگر ہماری زندگیاں عملی طور پر رسول اللہ ﷺ یا ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگیوں سے مختلف ہیں تو ہماری زندگیوں کی کوئی قیمت نہیں، ایسی قولی محبت کا کوئی وزن نہیں، کوئی حقیقت نہیں اور اگر کوئی شخص محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے کے بعد اس قسم کے غلط اعمال میں مبتلا ہو تو اس کے یہ دعوے قابل مواخذہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ ایسا دعویٰ تو دنیا میں کسی دنیاوی محبت کرنے والے کے ساتھ بھی قابل قبول نہیں ہوتا الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے۔

آج وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں، توبہ کرلیں اور سیدھی راہ پر اپنی زندگیوں کو لے آئیں ورنہ آخرت میں حسرت ہی حسرت ہوگی جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ ''اور اس دن ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا'' کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا، ہائے میری کمبختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' (25:الفرقان:28۔27)

حالانکہ ہمیں دوٹوک انداز میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

ترجمہ ''اور جو رسول ﷺ تمہیں دیں وہ اختیار کرلو اور جس بات سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔'' (59:الحشر:7)

## تیسرا تقاضا ﴿وَنَصَرُوْهُ﴾ رسول اللہ ﷺ کی مدد/حمایت کرنا

رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کے ضمن میں 2 سوال پیدا ہوتے ہیں۔

i رسول کی مدد اور نصرت وحمایت **کس کام میں** کرنی چاہئے؟

ii رسول کی مدد اور نصرت وحمایت کا **طریق کار** کیا ہوگا؟

ہمارے ہاں مدد کا عمومی تصور **ایک** تو یہ ہے کہ جیسے اولاد اپنے بوڑھے والدین کی خدمت اور مدد کرتی ہے ان کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہے یا **دوسرا** تصور یہ ہے کہ جیسے لوگ غریب، نادار اور ضرورت مند لوگوں کی مالی امداد کرتے ہیں اور ان کو دوائی، خوراک اور روز مرہ کی ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

مدد کی جملہ اقسام رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریبی رشتہ داروں کی طرف سے اس دور میں حاصل تھیں۔ مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام اہل ایمان کی پشت پناہی حاصل تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿٤﴾

ترجمہ اگر نبی کے مقابلے میں تم نے جتھ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولیٰ ہے، جبرائیل اور تمام صالح اہل ایمان اور اُس کے بعد سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ (66:التحریم:4)

پہلی بات یہ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدد **کس کام میں** کرسکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد جو قرآن بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝۹ ترجمہ یعنی وہ ذات جس نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس مقصد کے لئے بھیجا کہ اسے سارے ادیان پر غالب کردے۔ (61:الصف:9)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد اس دین اسلام کو باقی تمام ادیان پر عملاً غالب کردینا تھا جو آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کردکھایا۔ یعنی غلبہ دین یا اقامت دین

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کریں تو مزید وضاحت ہوجائے گی کہ اِخۡرَاجُ الۡعِبَادِ مِنۡ عِبَادَةِ الۡعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ رَبِّ الۡعِبَادِ

ترجمہ ''یعنی اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں دے دیا جائے۔''

آپ ﷺ نے بھولے ہوئے، سوئے ہوئے اور اندھیروں میں بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کو توحید کی روشنی کی طرف بلایا اور صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو منظم کر کے ایک جماعت کی شکل دی اور پھر ان کی تربیت، تزکیہ نفس، تعمیر سیرت، تطہیر افکار کے ذریعے ان کو اخلاقیات، نظم وضبط، اطاعت عملی اور اطاعت نظم جیسی اعلیٰ خوبیوں اور صفات سے متصف فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے وقت کے موجودہ باطل نظام کو ہٹا کر دین اسلام کو نافذ کیا اور ظلم، جبر، استبداد، ناانصافی اور استحصالی نظام کو ختم کر کے اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کو قائم کیا۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مدد طلب کی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کا ساتھ دے کر ایک ایسا انقلاب برپا کر دیا تھا۔ جس نے اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لا کھڑا کیا۔

آج ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی انہی مقاصد میں مدد کرنی ہوگی اور آج کی دنیا سے انسانوں پر ظلم ختم کرنے اور عادلانہ نظام قائم کرنے کیلئے جدوجہد کرنا گویا کہ **آپ ﷺ کی مدد** کرنا ہے۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ اس مدد کیلئے **کون سے طریقے** استعمال کئے جائیں گے۔

اس کے لئے ہمیں قرآن مجید سے مندرجہ ذیل اصطلاحات ملتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کی جائے بذریعہ..... ''دعوت دین، تبلیغ دین، فہم دین اور اقامت دین'' اور اقامت دین کا کام **بذریعہ جہاد** کیا جائے اور یہاں ''جہاد'' سے مراد ''جہاد بالنفس سے جہاد بالسیف'' کی طرف اپنی پوری زندگی میں مسلسل جدوجہد ہے۔ خواہ وہ جہاد مالی ہو، عقلی ہو یا جسمانی ہو اور بندہ اس کے

لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائے اور یہ جہاد بذریعہ قرآن مجید کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا: ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ (25:الفرقان:52)

ترجمہ ''اوران سے جہاد کریں اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد'' (اور آخری مرحلہ قتال کا آتا ہے)

دوسری بات یہ ہے کہ ایک عادلانہ نظام کو قائم کرنے کے لئے وہ کون سے طریقہ ہائے کار ہیں جن کو اختیار کر کے ایک باطل نظام کو جڑ سے اکھیڑ کر وہاں اللہ کے دین کا نفاذ کیا جائے۔ اس معاملے میں ہم صرف قرآن وسنت سے اصول لیں گے اور پھر ان اصولوں کو اس دور کے جدید حالات، جدید آلات، جدید علوم اور ''Latest Technology'' کو اختیار کر کے نافذ کریں گے۔

اور یہ بھی **نصرت** اور **مدد** ہے کہ طاغوت سے پنجہ آزمائی اور باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کی سربلندی کے لئے جان لڑا دیں اور آخر میں اپنے خون سے شہادت دے کر یہ ثابت کر دیں کہ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں۔

**یہ آخری مرحلہ قتال کا آتا ہے**

1. ایمان
2. عزت، توقیر، ادب (اطاعت۔محبت۔اتباع)
3. رسول اللہ ﷺ کی نصرت اور حمایت کے بعد چوتھا تقاضا

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ **اتباع کیا اس نور کا جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔**

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں بھی لفظ اتباع آیا ہے جبکہ ہم اتباع کی پہلے تشریح کر چکے ہیں کہ اتباعِ رسول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کی پیروی بڑی محبت اور لگن کے ساتھ کرنا۔ بالکل اسی طرح اس نور یعنی (قرآن مجید) کی بھی اسی محبت اور لگن کے ساتھ پیروی کی جائے۔ ہر قدم پر اس سے رہنمائی لی جائے، اس کے احکامات کو سمجھا جائے اور انہیں دنیا میں نافذ کیا جائے اور اسکے حقوق ادا کئے جائیں۔ ہم اپنے چھوٹے، بڑے تمام معاملات میں اس کی پیروی کریں۔ اس کو اپنا رہنما بنائیں۔ اسی سے مدد طلب کریں کیونکہ نور سے مراد روشنی ہوتی ہے اور انسان کو روشنی کی اسی وقت ضرورت پیش آتی ہے جب اندھیرا ہوتا ہے اور انسان روشنی کا اس لئے طالب ہوتا ہے کہ جب تک روشنی نہیں ہوگی اس کو راستہ نظر نہیں آئے گا بالکل اسی طرح اگر اس نور (قرآن مجید) کا اتباع نہ کیا تو ہم دنیا میں بھی جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے اور قبر/آخرت میں بھی اندھیروں کا سامنا کرنا پڑے گا اور قیامت میں رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے شکایت کریں گے اور کہیں گے۔

اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ (25:الفرقان:30)

ترجمہ ''اے میرے رب (میرے بعد) میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔''

## یہ خیال رہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی سفارش قبول ہو سکتی ہے تو ان کی شکایت بھی قبول ہو سکتی ہے

**اپنا جائزہ لیجئے** ہم سب مل کر اپنا جائزہ لیتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت ہے؟.....رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو قرآن یہ کہتا ہے کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ کہ شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہیں اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ (18:الکہف:6)

رسول اللہ ﷺ تو اپنی قوم کی گمراہی، ضلالت اور اخلاقی پستی اور ان کے اخروی عذاب پر اتنے پریشان ہوتے تھے کہ اپنی جان تک گھلانے لگتے تھے۔ ہم ذرا سوچیں کہ کیا ہماری جان بھی کبھی گھلی ہے، کبھی ہمیں بھی اپنے اردگرد کے پراگندہ ماحول اور افراد کی حالت زار کو دیکھ کر رنج اور افسوس ہوا ہے۔ **رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت کا تقاضا** تو یہ ہے کہ ہم بھی ان کے اس مشن کی تکمیل میں لگ جائیں اور لوگوں تک دین پہنچانے اور اس کو نافذ کرنے کے لئے تن، من اور دھن لگا دیں اپنے تمام اوقات، مال اور صلاحیتیں (خواہ وہ ذہنی ہوں یا جسمانی) اس کام میں کھپا دیں۔

## اس صورتحال کی وضاحت کے بعد.....ہمیں اپنے دل میں جھانک کر اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ کی ''شخصیت'' سے محبت ہے یا ان کے ''مشن اور مقصد'' سے یا ان دونوں ہی چیزوں سے ہے؟

آیت 157 کے آخر میں پورے مضمون کا نچوڑ پیش کیا جا رہا ہے کہ اگر تم نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے تقاضے پورے کر لئے تو پھر فلاح ہی فلاح ہے، کامیابی ہے، کامرانی ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ یعنی ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔''

**آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے** کہ وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو اپنانے کی اور ان سے محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ملنے کا پتہ
حی علی الفلاح (رجسٹرڈ)
محمد عمر خان
0334-6066221
0300-0310
6366221
061-4586619
061-4588801
پرانی غلہ منڈی گلی بن لوہاراں بوہڑ گیٹ ملتان